5 ام مسطح رضی اللہ عنہا کی دینی غیرت

واقعہ افک میں جب منافقین نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک بہتان لگایا تو جو سادہ لوح مسلمان ان کے دام فریب میں آ کر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اس بہتان بازی میں شریک ہو گئے تھے، ان میں مسطح رضی اللہ عنہ بن اثاثہ بھی شامل تھے۔ مسطح رضی اللہ عنہ نے جب غزوۂ بنو مصطلق سے واپس آ کر اپنی والدہ سے اس مبینہ واقعہ کا ذکر کیا تو نہ صرف انہوں نے اس الزام کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ وہ اپنے بیٹے کی اس حرکت سے سخت ناراض ہو گئیں اور اس بارے میں انہوں نے شدید غم وغصہ کا اظہار کیا۔ ان کے ایمانی جذبات اس قدر شدید تھے کہ بیٹے کی اس حرکت کو نہ صرف یہ کہ گوارا نہیں کیا بلکہ اس معاملے میں کسی تاویل وتوجیہہ سے کام لیکر بیٹے کی حمایت نہیں کی۔ اس بہتان بازی میں شریک دوسرے افراد کی بہ نسبت وہ اپنے بیٹے پر سب سے زیادہ ناراض اور غضب ناک تھیں۔

روایات میں آتا ہے کہ ام مسطح رضی اللہ عنہا جن کا اصل نام سلمیٰ بنت ابی رہم تھا، اکثر اپنے بیٹے کے اس غیر شرعی اور نامناسب طرز عمل پر پیچ وتاب کھاتی اور غم وغصہ کا شدید اظہار کرتی رہتی تھیں۔ مسطح رضی اللہ عنہ کی عظیم والدہ کا شمار انتہائی راسخ العقیدہ صحابیات رضی اللہ عنھن میں ہوتا ہے۔ ایک دفعہ رات کے وقت وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ آبادی سے باہر قضائے حاجت کے لیے جا کر واپس اپنے گھر کی طرف آ رہی تھیں کہ پردہ کے لیے اوڑھی ہوئی چادر سرک کر ان کے پاؤں میں الجھ گئی، جس سے ان کی چال کا توازن بگڑ گیا اور وہ زمین پر تقریباً گر پڑیں یا گرتے گرتے بچیں۔ اس موقع پر اپنے بیٹے کی حرکت مزید شدت سے ان کے ذہن میں تازہ ہو گئی، تو اچانک وہی ایمانی جذبات ابھر آئے اور انہوں نے اپنے بیٹے کو اونچی آواز سے بددعا دینا شروع کر دی۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وقت تک ان کے بیٹے مسطح رضی اللہ عنہ کی حرکت سے بے خبر تھیں، اس لیے وہ ام مسطح رضی اللہ عنہا کے

جذبات پر حیران ہوئیں اور مسطح رضی اللہ عنہ کے حق میں مدافعت کرنے لگیں کہ آپ کا بیٹا تو بدری صحابی رضی اللہ عنہ ہے اور آپ اسے بد دعا دے رہی ہیں؟ مومنوں کی ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے اپنے بیٹے کے حق میں حمایت اور مدافعت کے کلمات سن کر اس مومن خاتون نے اندازہ لگایا کہ ام المومنین کو شاید مسطح رضی اللہ عنہ کی حرکت کے بارے میں ابھی معلوم نہیں ہوا۔ اس کے باوجود انہوں نے اس امر پر خاموشی اختیار نہیں کی بلکہ بہتان بازی کے بارے میں گردش کرنے والی افواہوں کو صاف صاف واضح کر دیا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بیٹے کی حرکت کے بارے میں بھی آگاہ کر دیا۔ یہ سن کر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سکتے میں آ گئیں۔ بعد ازاں وحی کے ذریعے جب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بریت ثابت ہو گئی اور ان کی عفت و پاکدامنی کی تصدیق ہو گئی تو حکم الٰہی کے تحت تمام متعلقین بہتان پر حد جاری ہوئی۔

ایسی ہوتی تھیں زمانہ خیر القرون کی صاف دل رکھنے والی مائیں! دین کی غیرت کے معاملے میں اپنی اولاد کی غلطی پر سخت تنبیہ اور اظہار ناراضگی انہیں کا ہی حصہ تھا۔ ایسی غلطی کو برداشت کرنا یا نظر انداز کرنا تو وہ جانتی ہی نہ تھیں۔ اولاد کی تعلیم و تربیت دینی خطوط پر کرنا ایمان لانے اور دینی فرائض کی بجا آوری کے بعد ان کا فرض اولین ہوا کرتا تھا تا کہ ان کی اولاد بے دینی و گمراہی اور دیگر غلطیوں سے بچی رہے، لیکن اگر نادانستہ طور پر ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جاتا جو ناروا اور غلط ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ وہ اس پر انہیں معاف کریں۔ ایسے موقع پر ان کا طرز عمل اور رد عمل ایسا ہی ہوا کرتا تھا جس کا مظاہرہ ام مسطح رضی اللہ عنہا نے کیا! لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آج ویسا کردار ادا کرنے کی کوشش نہیں کی جا سکتی۔ بہر حال یہ امر ممکن ہے بشرطیکہ خلوص اور ایمان و ایقان کے ساتھ کوشش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہی جذبہ صادقہ بخشے جو صحابیات رضی اللہ عنہن کا تھا اور ہمیں دین و دنیا اور آخرت کی سرفرازیوں سے نوازے، آمین!

۶ بیٹے کی تعلیم و تربیت کیلئے ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کی فکرمندی

جناب رسول اللہ ﷺ دعوت اسلام کے مقابلے میں مکہ کے کفار و مشرکین کی سازشوں اور اوچھے ہتھکنڈوں کے نتیجے میں اللہ کے حکم سے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف لا چکے تھے۔ مدینہ کے باشندے رسول رحمت ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری کے بعد اپنی خوش قسمتی پہ ناز کرتے نہیں تھکتے۔ وہ مختلف طریقوں سے نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر صحبت نبوی ﷺ سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ ام سلیم رضی اللہ عنہ بھی انہی اہل ایمان میں سے ایک ہیں، جو ایک صاحب کردار صحابیہ رسول ﷺ ہیں، نہایت نیک اور پارسا! ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ لواحقین میں اب آپ رضی اللہ عنہا (بیوی) اور ایک چھوٹا سا بچہ (انس رضی اللہ عنہ) موجود ہے۔ نیک نہاد والدہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ انہیں انس رضی اللہ عنہ کی دینی تعلیم و تربیت کی شدید فکر تھی۔ چنانچہ وہ عہد کرتی ہیں کہ جب تک انس رضی اللہ عنہ جوان نہیں ہو جاتے، تب تک میں آئندہ شادی نہ کروں گی۔ بیٹے کی تعلیم و تربیت کے بارے میں سوچ و بچار کے اس عالم میں ان کے ذہن میں ایک ہی بات آتی ہے، اور وہ یہ کہ بیٹے کو تعلیم و تربیت کے لیے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ بارگاہ نبوی ﷺ اپنے بیٹے انس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حاضر ہوتی ہیں۔ رسول رحمت ﷺ بچے کو پیار کرتے ہیں اور اس کے سر پر شفقت و محبت سے ہاتھ پھیرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے آنے کا مقصد دریافت فرماتے ہیں تو وہ عرض کرتی ہیں: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ پسند فرمائیں تو میری خواہش ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کی دینی تعلیم و تربیت مثالی ہو، اس لیے اسے اپنی صحبت اور خدمت کا شرف بخشیں اور دینی و دنیاوی سرفرازیوں کے حصول کے سلسلہ میں اس کے لیے دعا فرما دیں۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پرخلوص جذبات کی تحسین فرماتے ہوئے ان کی درخواست قبول فرمائی اور آمادگی کا اظہار فرما دیا۔ ام سلیم رضی اللہ

عنہا نے اپنی ٹانگوں کے ساتھ لپٹے ہوئے انس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ کے سر پر دوبارہ شفقت سے ہاتھ پھیرا اور مالک حقیقی کے حضور بچے کی خیر و بہتری کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی دعا میں شریک ہو گئیں۔ دعا کے ختم ہونے کے کچھ دیر بعد وہ آپ ﷺ سے اجازت لے کر نہایت خوش خوش واپس گھر کو چلی گئیں۔

انس رضی اللہ عنہ بڑے ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ: ''اللہ تعالیٰ میری والدہ کو جزائے خیر سے نوازے! انہوں نے میری خوب پرورش کی کہ مجھے ابتدائی عمر یعنی بچپن سے ہی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اور صحبت سے فیض یاب کرنے کے لیے پیش کر دیا اور اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت گزاری سے زیادہ بڑا اشرف اور کیا ہو سکتا ہے!''

اسی طرح ایک دفعہ نبی ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھجوریں اور کچھ مکھن پیش کیا اور آپ ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں تناول فرمالیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرا تو آج روزہ ہے۔'' آپ ﷺ کچھ دیر ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما رہے۔ اسی دوران میں آپ ﷺ نے نوافل بھی ادا فرمائے جن کے بعد نبی ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہ کے گھرانے میں خیر و برکت کے لیے دعا مانگی۔ پھر ام سلیم رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا بیٹا انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا خدمت گار ہے اور میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں۔ آپ ﷺ اس کے لیے خصوصی دعا فرمائیے!'' آپ ﷺ نے فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے اور انس رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''یا اللہ! اسے مال بھی عنایت فرما اور اس کی عمر میں بھی اضافہ و برکت عطا فرما!'' (صحیح مُسلم، کتاب الفضائل)

راوی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی اس دعا کی برکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ انس رضی اللہ عنہ تمام انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے عمر بھی بہت لمبی پائی اور

کثیر الاولاد بھی ہوئے۔

ایک اور واقعہ، جس سے ام سلیم رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں صالح تعلیم وتربیت کا اظہار ہوتا ہے، یوں ہے۔ ایک بار جناب رسول کریم ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ کو کسی اہم اور خاص کام کے سلسلہ میں کہیں بھیجا اور آپ ﷺ خود ایک دیوار کے سایہ میں ان کی واپسی کے منتظر رہے۔ انس رضی اللہ عنہ وہ کام کر کے واپس آئے اور اس بارے میں نبی ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ انس رضی اللہ عنہ کو یہ فرما کر اپنے گھر تشریف لے گئے کہ اب تم بھی اپنے گھر چلے جاؤ۔ انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے فرمان پر جس جگہ کام کے لیے گئے تھے، وہاں جانے اور واپس آنے کی وجہ سے جب دیر سے اپنے گھر پہنچے تو آپ ﷺ کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہ نے ان سے دیر کی وجہ دریافت کی۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں رسول اللہ ﷺ کے ایک کام کے سلسلہ میں کہیں گیا تھا، جس کے باعث دیر ہوئی۔'' ام سلیم رضی اللہ عنہ نے انس رضی اللہ عنہ سے کام کی نوعیت پوچھی تو انہوں نے جواب دیا: ''یہ ایک پوشیدہ کام تھا۔'' اس پر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کو تاکید فرمائی کہ اس بارے میں کسی سے بھی ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ انس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل)

۷ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جذبہ ایثار اور اولاد کی تربیت

حسن بن علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک وقت کے فاقہ کے بعد ہم سب گھر والوں کو کھانا میسر آیا۔ والد محترم (علی رضی اللہ عنہ)، حسین رضی اللہ عنہ اور میں کھانا کھا چکے تھے جبکہ والدہ (فاطمہ رضی اللہ عنہا) نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ وہ کھانا شروع کرنے ہی والی تھیں کہ گھر کے بیرونی دروازے پر ایک سائل نے آ کر آواز لگائی: ''اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی! میں دو وقت سے بھوک کا شکار ہوں، اس لیے مجھے اس قدر کھانا دے دیجئے جس سے میرا پیٹ بھر سکے اور وقتی طور پر بھوک ختم ہو سکے۔'' یہ سننا تھا کہ والدہ محترمہ نے فوراً کھانا چھوڑ دیا اور مجھے بلا کر حکم دیا: ''حسن! یہ کھانا لے جا

کر سائل کو دے آؤ۔ میں تو ایک وقت کے فاقے کا شکار ہوں جبکہ اس سائل نے دو وقت سے کھانا نہیں کھایا، اس لیے یہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔"

یہ اس رسول ﷺ کی بیٹی کا حال ہے جن کے پاس اگر کوئی سائل آتا تو وہ تمام امہات المومنین رضی اللہ عنھن کے ہاں سے پتہ کرواتے اور سائل کو کچھ نہ کچھ دے دلا کر ہی رخصت کرتے۔ خود بھوکے رہ جاتے لیکن سائل کی ضرورت کو ضرور پورا کرتے، ﷺ!

۸ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا بے مثال شیوۂ صبر و رضا

یہ واقعہ بھی ام سلیم رضی اللہ عنہا ہی کا ہے، جو نہ صرف ایک بڑے مرتبے اور قدر و منزلت والی صحابیہ رضی اللہ عنہا رسول ﷺ ہیں بلکہ انہیں نبی اکرم ﷺ کی خالہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ان کا نام رمیصا تھا جبکہ کنیت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھی، وہ اسی نام سے زیادہ مشہور ہوئیں۔ خاندانی عزت و مرتبت، ذاتی خوبیوں اور شرافت و نجابت کی بناء پر آپ رضی اللہ عنہا کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ جب نبی ﷺ نے مکہ میں دعوت دین کا آغاز کیا تو ام سلیم رضی اللہ عنہا دعوت اسلام کے ابتدائی سالوں میں ہی دولت ایمان سے شرف یاب ہو گئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ عالمہ و فاضلہ صحابیہ رضی اللہ عنہا ہونے کا درجہ بھی رکھتی تھیں۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا نہایت صابرہ اور مستقل مزاج خاتون تھیں۔ ان کا پہلا نکاح مالک بن نضر سے ہوا تھا۔ جب دعوت اسلام کا آغاز ہوا تو عموماً یہی ہوتا تھا کہ مرد پہلے مسلمان ہوتے تھے اور پھر ان کی ترغیب و تبلیغ سے ان کے گھر یا خاندان کی عورتیں بھی ایمان لے آتیں لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس تھا۔ مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر پہلی بیعت عقبہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے دین کی دعوت و تبلیغ کی غرض سے یثرب (تب مدینہ، یثرب کہلاتا تھا اور ابھی اسے مدینۃ النبی ﷺ کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا) پہنچے اور آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دین حق کی طرف بلایا تو مالک بن نضر کے

گھر میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوگئی۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا شوہر مالک بن نضر نہ صرف اسلام سے نفرت کا اظہار کررہا تھا بلکہ اوروں کو روکنے کے ساتھ ساتھ اپنی بیوی اور بیٹے کو بھی ایمان نہ لانے کا حکم دے رہا تھا۔ جبکہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے کانوں میں دعوت حق کی آواز پڑتے ہی ایک عجیب پرلطف و پرسکون کیفیت سے سرشار ہوگئی تھیں۔ ان کا دل اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ یہ دعوت ضرور سچی، فطری اور ہر طرح کی خرابیوں سے پاک دعوت ہے۔ وہ نہ صرف خود ذہنی طور پر دین حق کی قائل ہوچکی تھیں بلکہ انہوں نے اپنے بیٹے کو بھی اسی رنگ میں رنگنا شروع کردیا تھا جس میں وہ خود رنگ چکی تھیں۔ ساتھ ساتھ اب ان کی کوشش یہ بھی تھی کہ ان کا شوہر بھی دین حق کی طرف مائل ہوجائے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا اصرار تھا کہ یہ نئی دعوت ہی فطری اور سچی دعوت ہے اور ہمارے دین و دنیا کے تمام مسائل کا مداوا کرسکتی ہے، اس لیے ہمیں بہرحال اسلام قبول کرنا ہوگا۔ شوہر اور بیوی میں بات بڑھتے بڑھتے جھگڑا شروع ہوگیا جو بتدریج شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ مالک بن نضر نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تم اسلام قبول کرلو گی تو میں تم سے کنارہ کش ہوجاؤں گا۔ اس لیے اگر تم چاہتی ہو کہ ہمارے درمیان تعلق قائم رہے تو پھر تمہیں بھی اسی آبائی مذہب کی پیروی کرنی ہوگی جس پر نہ صرف میں بلکہ لوگوں کی اکثریت عمل پیرا ہے۔ لیکن ام سلیم رضی اللہ عنہا کے قلب وذہن میں دین حق کی دعوت کا سودا اس حد تک سما چکا تھا کہ وہ دوبارہ شرک وکفر کی طرف پلٹنا ناممکن خیال کرتی تھیں۔ چنانچہ ام سلیم رضی اللہ عنہا باقاعدہ طور پر مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ اب ان کے سامنے دو ہی باتیں تھیں کہ یا تو ان کا شوہر بھی اسلام لے آئے گا یا پھر وہ اسے چھوڑ دیں گی۔ کیونکہ اب وہ اور ان کا بیٹا مسلمان تھے جبکہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا شوہر کافر ومشرک تھا۔ چنانچہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کو بھی مسلمان ہونے کے لیے بہ اصرار دعوت دیتی رہیں لیکن وہ بدقسمت کافر ہی رہنے پر مصر رہا اور مسلمان ہونے سے مسلسل انکار کرتا رہا، حتیٰ کہ یہ معاملہ اس قدر بڑھا کہ دونوں میاں بیوی کے درمیان مسلسل اور شدید کشمکش اور کھینچا تانی شروع ہوگئی۔ جس سے بالآخر تنگ آکر مالک

بن نضر خود ہی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے علیحدہ ہو کر اور انس رضی اللہ عنہ (جو اس وقت ابھی قریب البلوغت تھے اور ان دونوں کے لاڈلے بیٹے تھے) کو چھوڑ کر شام چلا گیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہیں مر گیا۔ اب ام سلیم رضی اللہ عنہا بیوہ ہو چکی تھیں۔ چند ماہ کے بعد کچھ افراد نے ان کو نکاح کے پیغام بھجوائے لیکن ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ہر پیغام نکاح کے جواب میں یہی کہا کہ اب میں اس وقت تک دوبارہ نکاح نہیں کروں گی جب تک میرا بیٹا انس رضی اللہ عنہ بالغ نہیں ہو جاتا۔ چنانچہ جب انس رضی اللہ عنہ جوان ہو گئے تو ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ انہی میں سے ایک ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے (جو مالک بن نضر ہی کے قبیلے کے ۲۴ سالہ نوجوان تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) ان کو ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر کے مرنے کے بارے میں پتہ چلا تو انہوں نے انہیں پیغام نکاح بھیجا، جسے ام سلیم رضی اللہ عنہا نے محض ان کے مشرک ہونے کی بناء پر رد کر دیا۔ انہوں نے تو ایک مشرک سے چھٹکارا حاصل کیا تھا، اب وہ اسلام میں رہتے ہوئے کسی دوسرے مشرک سے کس طرح نکاح کر سکتی تھیں؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ (جن کا اصل نام زید بن سہل تھا) سے کہا: ''ابوطلحہ رضی اللہ عنہ! کیا ایسا نہیں ہے کہ تمہارا معبود، جس کی تم پرستش کرتے ہو، زمین سے اگا ہے؟'' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: ''واقعی ایسا ہے۔'' --- یاد رہنا چاہیے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ''عزیٰ'' نامی بت کی پوجا کیا کرتے تھے، جو دراصل ساتھ ساتھ اگے ہوئے تین درخت تھے، جنہیں اپنی جہالت کی بناء پر مشرکین نے ''عزیٰ'' کا نام دے کر ان کی پرستش شروع کر رکھی تھی --- پھر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: ''جب تم یہ بات سمجھتے ہو تو پھر تمہیں یہ خیال نہیں آتا کہ تم کس چیز کی پوجا کر رہے ہو؟'' یہ سوال سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سر کو جھکا لیا اور خاموش ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کچھ سوچ رہے ہوں۔ یہ دیکھ کر کہ لوہا گرم ہو چکا ہے اور یہی چوٹ لگانے کا صحیح وقت ہے، اب چوٹ ضرور کارگر ثابت ہوگی، ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو کہا: ''میں تو معبود حقیقی اور اس کے سچے رسول ﷺ پر ایمان رکھتی ہوں، جبکہ تم بت پرست

اور مشرک ہو۔ اس لیے ان حالات میں میرا اور تمہارا جوڑ کیسے مل سکتا ہے؟'' پھر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو شرک اور توحید کا فرق اور اسلام کی خوبیوں کے بارے میں اس قدر عمدگی اور دلائل سے سمجھایا کہ وہ کچھ دن سوچنے کے بعد ایک دن ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''میں حق کا قائل ہو گیا ہوں اور اب تمہارا دین قبول کرنے کو تیار ہوں۔'' اس طرح وہ مسلمان ہو گئے۔ اب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے اور صحابی رسول ﷺ انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے میرا نکاح کر دو۔ انہوں نے تعمیل ارشاد میں ان دونوں کا نکاح پڑھا دیا۔ یہ نکاح اس لحاظ سے بڑا عجیب اور منفرد نکاح تھا کہ جسے (سوتیلے) بیٹے نے اپنے سوتیلے باپ اور حقیقی والدہ کا پڑھایا۔ نکاح ہوتے ہی ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مہر معاف کر دیا اور فرمایا: ''میں اب مالی مہر کی خواہش مند نہیں ہوں، میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کو ہی مہر سمجھتی ہوں۔'' اس منفرد نکاح کو دیکھ کر بلند پایہ صحابی رضی اللہ عنہ رسول ﷺ زید رضی اللہ عنہ بن ثابت بہت متاثر ہوئے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اس سے بہتر مہر میں نے نہ دیکھا ہے اور نہ ہی سنا ہے۔

انہی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے ان کا ایک بیٹا ابوعمیر رضی اللہ عنہ نامی پیدا ہوا۔ چونکہ ان دونوں میاں بیوی کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ابوعمیر رضی اللہ عنہ پہلا بچہ تھا جو ان کے ہاں پیدا ہوا تھا، اس لیے وہ ابوعمیر رضی اللہ عنہ سے بہت لاڈ پیار کرتے تھے۔ ابوعمیر رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر میں ہی شدید بخار میں مبتلا ہونے کے باعث فوت ہو گیا۔ اس وقت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر پر موجود نہ تھے۔ صحیح مسلم میں روایت موجود ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد نبوی میں گئے ہوئے تھے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا بڑی دور اندیش اور سمجھدار خاتون تھیں۔ انہوں نے سوچا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو اچانک اطلاع دی گئی تو شاید وہ زیادہ صدمہ محسوس کریں۔ یہ سوچ کر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بچے کو نہلایا، کفن پہنایا اور ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا خود عالمہ دین تھیں اور وہ علم دین کی روشنی میں صبر وثبات اور استقامت کا اجر بخوبی جانتی تھیں، اس لیے انہوں نے نہایت صبر سے کام لیتے ہوئے گھر کے دیگر افراد کو منع کر دیا کہ

جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر میں آئیں تو ان کو اس واقعہ کی اطلاع نہ دیں۔ شام کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر میں آئے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہ نے شوہر کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ انہوں نے اپنے شوہر پر بالکل ذرا سی بھی پریشانی، غم یا فکر کا اظہار نہ ہونے دیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا روزہ تھا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے بستر تیار کر دیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کے بعد بستر پر لیٹ گئے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا بھی ان کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔ حسب معمول دونوں کچھ دیر باہمی گفتگو کرتے رہے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بچے کے بارے میں پوچھا تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اب بالکل سکون سے لیٹا ہوا ہے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ان کی بات سن کر مطمئن ہو گئے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی یہ بات غلط اور جھوٹ پر مبنی بھی نہ تھی۔ موت کے بعد انسان کو سکون ہی تو مل جاتا ہے۔ رات کو دونوں میاں بیوی کافی دیر تک باہمی دلچسپی کی باتوں کے ساتھ ساتھ مختلف نوع کی گفتگو کرتے رہے۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی دوران گفتگو میں یہی کوشش رہی کہ ان کے شوہر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ خوش رہیں، اس لیے وہ زیادہ تر خوشگوار گفتگو کرتی رہیں۔ رات کو دونوں نے صحبت بھی کی۔ جب صبح ہوئی اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نہا دھو کر مسجد نبوی جانے لگے تو ام سلیم رضی اللہ عنہا، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں: ''اگر آپ کو کوئی شخص کچھ وقت کے لیے عاریتاً کوئی چیز دے اور مقررہ مدت ختم ہونے پر پھر واپس لینا چاہے تو آپ کیا کریں گے؟ آپ اسے انکار کر دیں گے یا اس کی چیز اسے خوش دلی سے واپس دے دیں گے؟'' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ مجھے وہ چیز واپس کرنا ہی ہو گی، کیونکہ روکنے کا تو مجھے کسی طرح بھی حق نہیں ہے۔ تب ام سلیم رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''اب آپ کو اپنے بیٹے ابوعمیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں صبر کرنا چاہیے، وہ اب اللہ تعالیٰ کے پاس جا چکا ہے۔'' یہ سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور غمزدہ و ناراض سے ہو گئے۔ یہ امر فطری تھا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے: ''تم نے مجھے پہلے ہی اس بارے میں کیوں نہیں بتایا؟'' ام سلیم رضی اللہ عنہا مصلحتاً خاموش رہیں۔ پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اٹھے، بچے کی لاش کو دیکھا اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے چلے گئے۔ نماز سے فارغ

ہو کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کر دیا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ساتھ ساتھ رات کو صحبت کرنے کے بارے میں بھی نبی ﷺ کو بتا دیا۔ آپ ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے صبر و تحمل فراست و دانش مندی اور رضائے الٰہی پر رضا مند ہونے کے حوالے سے ان کی تحسین فرمائی اور فرمایا: ''امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات کی صحبت کو تم دونوں کے لیے بابرکت ثابت فرمائیں گے، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ تم دونوں کو ابو عمیر رضی اللہ عنہ کا بہترین نعم البدل عطا فرمائے!''

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت اور تاثیر اس طرح دیکھیں کہ اس رات کے حمل سے بعد میں عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے، جن کے بعد میں ۹ بچے ہوئے اور ان سب نے قرآن حکیم حفظ کیا۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، حدیث ۱۳۰۱۔ کتاب العقیقہ، حدیث ۵۴۷۰)

صحیح بخاری میں عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہم (یعنی صحابیات رضی اللہ عنہن) سے بیعت لیتے وقت یہ عہد لیا تھا کہ ہم کسی کی موت پر نوحہ و ماتم یعنی بے حال ہو کر رونے و پیٹنے سے باز رہیں گی کیونکہ اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس عہد کو جن پانچ عورتوں نے پورا کیا، ان میں ام سلیم رضی اللہ عنہا کا نام سر فہرست ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز، حدیث ۱۳۰۶۔ کتاب التفسیر، حدیث ۴۸۹۲۔ کتاب الاحکام، حدیث ۷۲۱۵)

مصائب و آلام میں صبر و تحمل، فہم و دانش مندی اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی یہ عجیب دلنواز مثال ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ میں عورتوں میں ایسے صبر و تحمل کی مثال خال خال ہی ملے گی۔

انہی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کے دینی جذبہ کے بارے میں ایک اور ایمان افروز واقعہ بعض کتب احادیث میں مرقوم ہے، جو کچھ یوں ہے:

ایک دفعہ نبی ﷺ مسجد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرماتے کہ ایک شخص بھوک اور پریشانی کی حالت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے

آپ ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے سخت بھوک لگی ہوئی ہے، اس لیے آپ ﷺ سے کھانے کے بارے میں درخواست گزار ہوں۔'' نبی ﷺ نے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے ہاں سے پتہ کرایا تو سب کی طرف سے یہی جواب آیا کہ آج ہم فاقے سے ہیں، یعنی گھر میں کھانے کو کوئی چیز بھی موجود نہیں ہے۔ پھر نبی ﷺ نے مجلس میں موجود تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایک نظر ڈالی اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا: ''کون ہے جو آج اللہ کے اس بندے کو اپنا مہمان بنائے گا؟'' آپ ﷺ کا ارشاد گرامی سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کے اس بندے کو میں اپنا مہمان بناؤں گا'' یہ کہہ کر انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت لی اور مہمان کو لے کر گھر آ گئے۔ گھر میں آ کر اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''اے نیک بخت! کھانے کو کچھ ملے گا؟'' انہوں نے کہا: ''واللہ! بچوں کے کھانے کے سوا گھر میں اور کچھ بھی نہیں ہے۔'' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کوئی بات نہیں! تم بچوں کو بہلا کر سلا دو۔ ان کے سونے کے بعد ہم ان کا کھانا ہی مہمان کے آگے رکھ دیں گے۔ یہ بڑا بابرکت مہمان ہے، جسے اللہ کے رسول ﷺ نے میرے ہمراہ روانہ فرمایا ہے۔ کھانا تھوڑا ہے جو شاید مہمان کے لیے ہی کفایت کرے گا۔ اس لیے جب میں مہمان کے آگے کھانا رکھنے لگوں گا تو تم چراغ کو درست کرنے کے بہانے اسے بجھا دینا۔ اندھیرے میں مہمان کھانا کھاتا رہے گا جبکہ میں ایسے ہی منہ چلاتا رہوں گا۔ مہمان یہی سمجھے گا کہ یہ بھی کھانا کھا رہے ہیں۔'' چنانچہ دونوں میاں بیوی نے اس ترکیب کے مطابق عمل کیا اور مہمان کو کھانا کھلا کر بچوں سمیت رات فاقے سے گزار دی۔ اگلے دن صبح جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک پر وحی کے ذریعے سے قرآن کی سورہ حشر کی آیت نمبر ۹ کا یہ حصہ جاری تھا:

﴿...... وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ...... الخ﴾ ''وہ لوگ جو اپنے آپ پر دوسروں (کی ضرورت) کو ترجیح دیتے ہیں چاہے خود ان پر تنگی کا عالم طاری ہو۔'' یہ آیت

تلاوت فرما کر آپ ﷺ نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ)! گزشتہ رات کو مہمان کے ساتھ تم لوگوں نے جو حسن سلوک کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا ہے۔''

(صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، حدیث ۳۷۹۸۔ کتاب التفسیر، حدیث ۴۸۸۹)

۹ شہید بیٹے کی مجاہد صفت ماں

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سرزمین عرب میں ایک بہت بڑے فتنہ ارتداد کا آغاز ہوا اور یہ فتنہ نہایت تیزی سے پھیلتا چلا گیا۔ نتیجتاً کچھ قبائل کے مرتد ہونے کے ساتھ ساتھ انفرادی طور پر بھی بہت سے لوگ اسلام سے منحرف ہو گئے۔ اہل یمامہ کا سردار مسیلمہ کذاب بھی ان مرتد و منحرف از اسلام ہونے والوں میں سے ایک تھا۔ بد بخت مسیلمہ، رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری دنوں میں ہی مرتد ہو گیا تھا بلکہ اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا تھا۔ اس نے جناب خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ کے نام ایک خط بھی لکھا، جس میں اس نے رسالت اور جزیرۂ عرب میں شراکت کا دعویٰ کیا۔ جواباً نبی ﷺ نے اسے خط لکھا، جس میں آپ ﷺ نے مسیلمہ کذاب کو فرمایا: ''ہدایت کی پیروی کرنے والے شخص پر سلام ہو۔ بعد ازاں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ملک اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنا دے اور آخرت میں بہتری بہر حال پرہیزگاروں کے لیے ہے۔''

جیسا کہ قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ وفات نبوی ﷺ کے بعد فتنہ ارتداد میں بہت تیزی آ گئی تھی اور مسیلمہ کذاب کے پیچھے کئی ہزار مسلمان، مرتد ہو گئے تھے۔ اسی دور میں سجاح نامی ایک عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا، جس کے پیروکاروں کی تعداد بھی ہزاروں میں تھی۔ مسیلمہ اور سجاح کا کسی ذریعے سے باہمی رابطہ قائم ہوا، دونوں نے باہمی رضامندی سے آپس میں شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے شادی کر لی، جس سے مسیلمہ کی عسکری طاقت مزید بڑھ گئی۔